حقوقِ انسانی کا تصور: اسلامی اور مغربی نظریات کا تقابلی مطالعہ

The Concept of Human Rights: A Comparative Study of Islamic and Western Ideology

1- Aqsa Tasgheer	**2- Noor-us-Sabah**
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore,	M.phil , Islamic Studies , Assistant Professor, Shiblee College for Women, Madina Town, Faisalabad
Email:aqsatasgheer201@gmail.com	Email: noor.asif.16@gmail.com

To cite this article:

Aqsa Tasgheer , Noor-us-Saba , (2020) Urdu

حقوقِ انسانی کا تصور: اسلامی اور مغربی نظریات کا تقابلی مطالعہ

The Concept of Human Rights: A Comparative Study of Islamic and Western Ideology

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

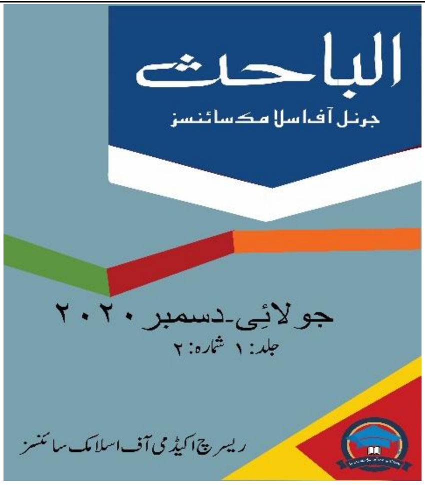

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

حقوقِ انسانی کا تصور: اسلامی اور مغربی نظریات کا تقابلی مطالعہ

The Concept of Human Rights: A Comparative Study of Islamic and Western Ideology

Abstract :

The utmost importance of human rights has been universally acknowledged in contemporary world. For almost a century now, the West has been the biggest advocate of human rights but its slogans are meretricious and impractical to a great extent. Islamic law is the greatest source of human rights. The key difference between Islamic and western concepts of human rights is that Islamic concept of human rights namely "Huqooq-ul-Ibad" is based on revealed texts, Quran and Hadith, whereas western concepts are framed on the basis of individualism and rationalism. Western world developed UDHR (Universal Declaration of Human Rights) through a long struggle and evolutionary stages spanning hundreds of years. But due to its controversial status, it still lacks meaning, implementation and practicality. Western human rights are temporary, territorial, revocable and modifiable because they are man-made, on the contrary, human rights bestowed by Islam are universal, eternal and everlasting because these rights are from Allah. This article provides a comparative overview of Islamic and Western concepts on human rights. Islam is often perceived as a violation of human rights due to propaganda on issues such as the abolition of slavery, polygamy, infidelity, and so on. This paper analyzes these significant issues in Islamic and Western perspectives of human rights. As compared to western human rights, Islam offers durable and revealed concept of human rights in the form of "Huqooq-ul-Ibad", coexistence and religious harmony can be promoted by identifying its positive fruits and clarifying the problems related to them.

Keywords: Human rights, Islam, west, slavery, freedom of expression

کلیدی الفاظ: انسانی حقوق، اسلام، مغرب، غلامی، اظہار رائے کی آزادی

تعارف

دنیا میں جو انسان پیدا ہوتا ہے کچھ حقوق لے کر پیدا ہوتا ہے لیکن دنیا نے کبھی اسے یہ حقوق دیے اور کبھی وہ ان سے محروم رہا۔ کسی کو ان حقوق کا نہ ملنا کوئی معمولی بات نہیں کیونکہ انہی سے اس کی عظمت اور ترقی وابستہ ہوتی ہے۔ دورِ حاضر میں مغرب انسانی حقوق کا سب سے بڑا علم بردار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مغرب کے عطا کردہ انسانی حقوق کے غیر مستقل اور وضعی ہونے اور ان کی حیثیت کے متنازعہ ہونے کے باوجود عالمی سطح پر ان کی فعال حیثیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ غالب اقوام کا جاری کردہ منشور ہے۔ دنیا کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ مادی طور پر غالب تہذیب ہی کا سکہ دنیا پر چلتا ہے اور دورِ حاضر میں مادی طور پر مغرب غالب ہے۔ جبکہ مسلم ممالک سودی قرضوں اور استحصالی معاہدوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور مغرب کی ہر بات اور معاہدہ پر سر تسلیم خم کرنا ان کی مجبوری ہے۔ لہٰذا اقوامِ متحدہ کا بنیادی حقوق کا منشور اور دیگر اعلامیے مسلم ممالک تو کیا دنیا بھر پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انہیں طوعاً کرہاً اس میں حصہ دار بننا پڑتا ہے۔ مغربی اعلامیے انسانی حقوق کی خوش نما دستاویز تو ہیں لیکن قابلِ عمل دستور ثابت نہیں ہو سکے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان حقوق کا ماخذ تصوراتی یا علاقائی ہے اور جو فرانس، امریکہ اور برطانیہ کے مخصوص سیاسی و معاشرتی حالات کی پیداوار ہیں۔ جبکہ اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق عالمگیر، ازلی اور ابدی ہیں نہ تو ان میں حذف، تعدیل اور تغییر کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ہی نسخ اور تعطیل کو قبول کرتے ہیں کیونکہ یہ حقوق من جانب اللہ ہیں۔

اس مضمون (آرٹیکل) میں اسلامی تصور حقوق العباد اور مغرب کے انسانی حقوق کے تصورات کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے متفقہ اور مختلف فیہ امور کیا ہیں اور انسانی حقوق کے عالمی منشور کے بارے میں مسلم امہ کے تحفظات کیا ہیں۔ اسلام کے اندر انسانی حقوق کا پختہ اور الہامی تصور "حقوق العباد" کی صورت میں موجود ہے جس کے مثبت ثمرات کی نشاندہی کر کے اور ان سے متعلق اشکالات واضح کر کے بقائے باہمی اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

حق کا معنیٰ و مفہوم

لفظ "حق" مصد ہے جو اہلِ لغت کے ہاں باطل کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع حقوق یا حقاق ہے۔[1] لغت میں حق کے بہت سے معانی ہیں۔ "الحق" اللہ کے اسماء میں سے ہے[2]۔ اسی طرح قرآن، فیصلہ شدہ امر، ضد الباطل، عدل، اسلام، مال، صدق، حقیقۃ الامر اور موت کے معانی میں قرآن میں لفظ "حق" باطل کی صد بھی استعمال ہوا ہے۔ لغوی اعتبار سے موضوع کے قریب تر معانی "الامر الواجب" یا "الشیء الثابت" ہے۔[3] کے طور پر بھی وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک کا ارشاد ہے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ[4] اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں

"الحق لغة: الثابت الذی لا یسوغ انکارہ"[5]

حق لغت میں ثابت شدہ چیز کو کہا جاتا ہے جس میں انکار کی گنجائش نہ ہو۔

انگریزی میں حق کے لیے "Right" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے بارے میں مفکرین کے مختلف اقوال ہیں۔

---

[1] ابن منظور افریقی، لسان العرب، دار المعارف، مصر، 1989ء، ج4، ص245

[2] یونس 32:10

[3] الجوہری اسماعیل بن حماد، الصحاح، دار العلم ملائین، 1376 ہجری، ج4، ص146

[4] البقرہ 42:2

[5] المناوی محمد عبد الرؤف، التوقیف علی مھمات التعریف، دار الفکر بیروت، 1410ھ، ج1، ص287

Rights are those conditions of social life without which no man can seek in general, to be himself at his best.[6]

حقوق سے مراد سماجی زندگی کے وہ حالات یا شرائط ہیں جن کے بغیر عام طور پر انسان اپنی شخصیت کی تکمیل نہیں کر سکتا۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی انسانی حقوق کی تعریف یوں کرتے ہیں

"المراد بحقوق الانسان حماية محلصة الشخص سواء أكان حقاً عاماً كتحقيق الأمن، وقمع الجريمة، ورد العدوان، والتمتع بالمرافق العالمة۔ أم خاصاً كحق الزوجة فى النفقة وحق الأم فى الحضانة لطفلها، وحق الأب فى الولاية على أولاده ونحوه..."[7]

انسانی حقوق سے مراد کسی بھی شخص مصلحت کی حفاظت ہوتی ہے، چاہے وہ عمومی مصلحت ہو جیسے امن وامان کی فراہمی، جرائم کی روک تھام، دشمن کی سر کوبی اور عمومی سہولیات سے استفادے کا حق وغیرہ یا وہ کوئی مصلحت خاصہ ہو جیسا کہ شوہر پر بیوی کا نفقہ کا حق، اور ماں کے لیے بچہ کی حضانت کا حق اور باپ کا بیٹوں پر حقِ ولایت وغیرہ۔

شریعت کی اصطلاح میں عموماً حقوق کی تقسیم مضاف الیہ کے اعتبار سے ہوتی ہے چنانچہ بعض حقوق عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً تعلیم کا حق اور انصاف پر مبنی فیصلے کا حق وغیرہ ایسے حقوق ہیں، جو معاشرے میں ہر شخص کے بنیادی حقوق تصور کئے جاتے ہیں اور بعض حقوق انفرادی نوعیت کے ہوتے ہیں جنہیں خاص حقوق کہا جاتا ہے، مثلاً اپنے لیے معاش کمانے کا حق یا زوجین کے ایک دوسرے کی اوپر واجب حقوق اسی قبیل سے ہیں۔[8]

دورِ حاضر کے مغربی مفکرین نے مختلف معانی کے لحاظ سے حقوق کی تقسیم کی ہے، جیسے سیاسی حقوق، معاشی حقوق، معاشرتی اور ثقافتی حقوق وغیرہ۔[9] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے حقوق کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

حقوق انسانی کا سرچشمہ

کسی بھی تصور کی اہمیت وافادیت جانچنے کے لیے اس کی بنیادوں اور سرچشمہ کا جاننا ضروری ہے۔ اسلام اور مغرب میں تصورِ حقوق مختلف بنیادوں کا حامل ہے۔ مغرب مادیت پسندی اور عقلیت پسندی کا قائل رہا ہے۔ کچھ مغربی مفکرین کے نزدیک حقوقِ انسانی اور جدید آزادیوں کا سرچشمہ نشاۃِ ثانیہ کی تحریک تھی، جس سے پہلے کسی قسم کا تصورِ حقوق نہیں ملتا۔ جبکہ اکثر مفکرین میگنا کارٹا کو حقوقِ انسانی کی بنیاد مانتے ہیں۔ دراصل میگنا کارٹا کو بھی جدید حقوقِ انسانی کی بنیاد تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ چند تحفظ ومراعات کا مجموعہ تھی۔ جیسا کہ مشہور مغربی مفکر ہنری ماش (Henry Mash) لکھتا ہے

Magna Carta was nothing but mere a charter of landlords and funerals.[10]

۱۲۱۵ء کی اس دستاویزات کو اب متعدد مغربی اسکالر انسانی حقوق کی بنیادی دستاویز کے طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ مغربی انسانی حقوق کا باقاعدہ سرچشمہ عقل کے سوا کسی چیز کو تسلیم کیا نہیں جا سکتا کیونکہ جس طرح انسانی عقل متنوع اور ارتقاء پذیر رہی اسی طرح مغربی تصورِ حقوق بھی ارتقاء پذیر رہا۔

---

6 Mazhar-ul-Haq, Political Science: Theory and Practice, Bookland Lahore, 1991, p 13

7 الزحیلی وہبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الصادر بیروت، 1995ء، ج4، ص14

8 الاسطل اسماعیل احمد محمد، حقوق الإنسان في الشريعة والقانون، الجامعة الاسلامية غزة، سن ندارد، ص15

9 ایضاً، ص19

10 Henry Marsh, Documents of liberty, MW Books, England ,1971, P 51

چنانچہ سٹینفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی(Stanford Encyclopedia of Philosophy) کے مطابق مغرب میں حقوقِ انسانی کا سر چشمہ انسانی عقل اور تجربات ہیں۔ چنانچہ یہ ہمیشہ سے تغیر پذیر رہے ہیں۔ عصرِ حاضر میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق ودیعت کیے جاتے ہیں۔[11]

جبکہ اسلام میں حقوق انسانی کا بنیادی سر چشمہ وحیٔ الٰہی ہے۔ اللہ ہی انسان کا خالق ہے، وہی جانتا ہے کہ اس کی اصلاح کس چیز میں ہے اور اس کے حقوق کیا ہیں اور اس کے ذمے واجبات کیا ہیں۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ[12]

(اور تم لوگ بات پوشیدہ کہو یا ظاہر) کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا؟ وہ دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔

لہٰذا شریعتِ اسلامیہ میں انسانی حقوق ثابت ہیں، ان میں انسانی فکر پر مبنی حقوق کی طرح کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ جبکہ انسانی فکر سرکشی، ظلم، ضعف و جہالت پر مبنی ہو سکتی ہے۔[13]

چنانچہ اسلام اور مغرب کے تصورِ حقوق میں بنیادی فرق ہی یہی ہے کہ مغربی تصورِ حقوق انسانی عقل کی پیداوار ہے جبکہ اسلام میں انسانی حقوق کا تصور رب کائنات کا عطا کردہ ہے۔ شریعت کے متعدد نصوص سے حقوق انسانی کی وضاحت ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث میں حقوق انسانی سے متعلق بہت سی نصوص موجود ہیں، جو اسلام میں انسانی حقوق کی اہمیت کی مظہر ہیں۔

اسلام اور مغرب میں انسانی حقوق کا فہم

قرآن و سنت کی بڑی تعداد میں واضح اور معین نصوص حالات کے مطابق انسان کے حقوق کو بیان کرتی ہیں اور اس کے مقابلے میں انسانی حقوق کا مغربی مفہوم بعض عمومی اصولوں تک محدود ہے جو مفاہیم کے معانی کے تعین اور ان کے عموم کی بنیادی پر تطبیق کی کیفیت میں تفاوت پیدا کرتا ہے۔ جس طرح کہ عدالت، مساوات اور آزادی کے حقوق کی حدود اور ان کے معانی کی حقیقت کی وضاحت تفصیل کے بغیر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصورِ حقوق عصرِ حاضر میں بھی موضوعِ بحث و اختلاف بنا ہوا ہے۔

> One of the main issues with Western-oriented human rights interpreters is that they believe that once the public sphere has been secularized, it has been freed from the dominance of religion or other comprehensive doctrines.[14]

مغربی پر مبنی انسانی حقوق کے ترجمانوں کے ساتھ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک بار جب عوامی سطح سیکولر ہو گئی تو اسے مذہب یا دیگر جامع مذہبی نظریات کے غلبے سے آزاد کر دیا گیا۔

دورِ حاضر میں مغربی تصورِ حقوق سیکولرازم بلکہ ملحدیت کا داعی ہے۔ جب انسانی زندگی کے معاملات خالق کی راہنمائی سے آزاد ہونے کی کوشش کریں تو ایسی صورتِ حال جنم لیتی ہے جس میں افتراق و انتشار اور ظلم کا بول بالا ہو۔ آج دنیا ایسا ہی منظر پیش کر رہی ہے۔ مربی تصور حقوق خوشنما ہونے کے باوجود ناقابلِ فہم ہے۔ عالمی منشور برائے انسانی حقوق "عالمی" طور پر قابلِ عمل ہے اور نہ ہی قابلِ فہم۔ اسے دعووں کا مجموعہ تو کہا جا سکتا ہے مگر جب تک عملاً ان حقوق کی فراہمی میں الہامی و مذہبی راہنمائی حاصل نہیں کی جائے گی، انہیں "عالمی" کہنا بجا نہ ہوگا۔

---

[11] Nickel, James, "Human Rights", *The Stanford Encyclopedia of Philosophy* (Fall 2021 Edition), Edward N. Zalta (ed.), https://plato.stanford.edu/archives/fall2021/entries/rights-human/

[12] الملک- 14:67

[13] الاحزاب 72:33

[14] Abdul-Aziz Sachedina, *Islam and the Challenge of Human Rights* (New York: Oxford University Press, 2009).

مغرب میں تصورِ انسانی حقوق کی اجمالی تاریخ

صنعتی انقلاب کے آغاز سے مغرب میں حقوق انسانی کا شعور پیدا ہوا کہ انسان کے بھی بحیثیت انسان ہونے کے چند فطری حقوق ہوتے ہیں جن سے کسی بھی فرد کو محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ انسانی حقوق کا شعور بیسویں صدی کے شروع میں نمودار ہوا اور انقلابِ فرانس کا اہم جزو قرار پایا، اس میں قوم کی حاکمیت، آزادی، مساوات اور ملکیت جیسی فطری حقوق وغیرہ کا اثبات کیا گیا تھا، تدریجاً حقوق انسانی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا، آخر کار 1948ء میں حقوقِ انسانی کا عالمی منشور سامنے آیا۔ انسان کے بنیادی اور فطری حقوق کے تحت جن جن امور کو شامل کیا جاتا ہے ان میں حقوقِ انسانی کا جامع ترین تصور، انسانی مساوات کا حق، انسانی عزت وآبرو کی حفاظت، انسانی جان ومال اور جائداد کی حفاظت، مذہبی آزادی کا حق، آزادیٔ ضمیر کا حق ضروریات زندگی کا انتظام، انسانی حقوق میں فرد ومعاشرے کی رعایت، بچوں کے حقوق کی حفاظت، اسی طرح انسانوں کے معاشی وثقافتی اور تعلیمی حقوق نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ 1948ء میں حقوقِ انسانی کے عالمی منشور کے منصہ شہود پر آنے کے بعد اسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور مغرب کی پروردہ اقوامِ متحدہ نے انسانی حقوق کی ترجمانی کا بیڑا اٹھالیا۔ آج بھی دنیا بھر میں انسانی حقوق کے عالمی منشور کو انسانیت کے حقوق کا محافظ سمجھا جاتا ہے اور مغرب کو ہی انسانی حقوق کا علم بردار قرار دیا جاتا ہے۔ مگر یہ بات نظر انداز کردی جاتی ہے کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عالم انسانیت کو اس سے کہیں زیادہ حقوق عطا کردیئے تھے جبکہ انسانی حقوق کا تصور اپنی موجودہ شکل میں مغرب میں ابھی حال ہی میں متعارف ہوا ہے۔ جس کی اجمالی تاریخ درج ذیل ہے:

- مغرب میں بنیادی حقوق کی جدوجہد کا آغاز گیارہویں صدی عیسوی میں ہوا جہاں 1037ء میں برطانیہ کے بادشاہ کانریڈ ثانی (Corrad II) نے ایک منشور جاری کیا جس میں پارلیمنٹ کے اختیارات کو محدود کردیا۔ جس کے نتیجہ میں پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات کی توسیع کے لیے اپنی کوششیں شروع کردیں۔ آخر 1188ء میں بادشاہ الفانسو نہم (Alfanso IX) سے حبس بے جا کا اصول منظور کرالیا گیا۔
انگلستان میں بادشاہ جان (King John) نے 1215ء میں جو میگنا کارٹا جاری کیا، اس قانون کی رو سے تحقیق جرم روبروئے مجلس قضاء حبس بے جا کے خلاف دادرسی اور ٹیکس لگانے کے اختیارات انگلستان کے باشندوں کو حاصل تھے۔ لیکن اس میں صرف امراء کے مفادات کا تحفظ رکھا گیا تھا۔ ہنری مارش (Henry Marsh) کے مطابق ایک معاہدہ کی حیثیت بڑے بڑے جاگیرداروں کے ایک منشور کے سوا اس کی اور کوئی حیثیت نہ تھی۔ 1350ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے میگنا کارٹا کی توثیق کرکے قانونی چارہ جوئی کا قانون منظور کرلیا جس کی رو سے کسی شخص کو عدالتی کاروائی کے بغیر زمین سے بے دخل یا قید نہیں کیا جاسکتا تھا اور نہ ہی اسے سزائے موت دی جاسکتی تھی۔[15]
- سولہویں اور سترھویں صدی میں مغربی سیاسی مفکرین اور ماہرین قانون نے شہری آزادیوں اور بنیادی حقوق کا تصور دیا اور عامۃ الناس کو ان حقوق کا شعور دے کر انسانی ضمیر کو بیدار کیا۔[16]
- ان کے نظریات نے حکمرانوں اور ان کی رعایا کے درمیان ایک طویل ختم نہ ہونے والی کشمکش کو جنم دیا جس کے نتیجے میں استعماری طاقتوں اور ان کے زیر تسلط مقہور عوام کے مابین آزادی اور بنیادی حقوق کے لئے تصادم اور جدوجہد شروع ہوگئی۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں انسانی حقوق کے میدان میں عملی پیش رفت ہوئی، جب اہل برطانیہ نے 1215ء میں میگنا کارٹا (Magna Corta) کی بنیاد کے بعد 1628ء میں حقوق کی عرضداشت (Petition of Rights) حاصل کیے۔[17]
- اس کی بنیاد پر بعد ازاں 1679ء میں حبس بے جا کا قانون (Habaes corpus Act 1679) بھی بنایا گیا تھا۔ اور 1689ء میں بل آف رائٹس (Bill of Rights) حاصل کیے گئے۔[18]

---

[15] محمود احمد ظفر، حکیم، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور بنیادی انسانی حقوق، بیت العلوم لاہور، ص 19

[16] Reader`s Digest Library of Modern Knowledge, Berkeley Square, London, 1979, Vol-2, No 25, P 666

[17] Francis D. Wormuth, The Organs of Modern Constitutionalism, Harper & Brothers Pb., New York, 1949, p.99

[18] The Hutchinson Encyclopedia, Helicon Publishing Ltd., 42 Hythe Bridge Street, Oxford, 1998, p.125

- اہل فرانس کو انقلابِ فرانس (1789) کے ساتھ ہی اعلامیہ حقوق کے ڈیکلریشن کے ذریعے شہری آزادیاں اور حقوق ملے۔[19]
- امریکہ کو بھی 1776ء کے اعلانِ جنگِ آزادی کے ذریعے آزادی نصیب ہوئی اور 1791ء میں "بل آف رائٹس (Bill of Rights)" کی شکل میں بنیادی حقوق حاصل ہوئے جو امریکی آئین میں پہلی دس ترامیم کی بنیاد بنی۔[20]
- برطانیہ، فرانس اور امریکہ کے علاوہ دیگر مغربی ممالک میں بھی انسانی حقوق کا بول بالا ہوتا رہا اور وہاں پر بھی بنیادی انسانی حقوق ارتقائی مراحل طے کرتا رہا۔ اقوامِ متحدہ (UNO) کی کاوشوں کے زیر اثر بالخصوص اس کے متعدد کنونشنوں اور اعلانات کے بعد دورِ حاضر کی تمام جدید ریاستوں نے بنیادی حقوق کو اپنے اپنے آئین کا حصہ بنالیا۔
- ۱۹۴۸ء میں اقوامِ متحدہ نے حقوقِ انسانی کا عالمی منشور جاری کیا جس کو آج دنیا میں بین الاقوامی دستور کا درجہ حاصل ہے۔ دنیا کے کم و بیش تمام ممالک نے اس پر دستخط کر کے اس کی پابندی کا عہد کر رکھا ہے کہ وہ اپنے ملک میں دستور و قانون کے نفاذ اور ملکی نظام کو چلاتے وقت اس معاہدہ کا لحاظ رکھیں گے۔

انسانی حقوق سے تعلق رکھنے والے مغرب کے دیگر تمام بین الاقوامی یا علاقائی اعلامیے اس منشور کو اپنے لیے حوالہ سمجھتے ہیں۔ یعنی اقوامِ متحدہ کا بین الاقوامی منشور مغرب کے انسانی حقوق کے تصور کا مظہر ہے جسے انسانی حقوق کے متعلق عقلِ انسانی کی معراج تصور کیا جاتا ہے۔

حقوقِ انسانی کا تاریخی تصور

مغربی مفکرین کے مطابق تاریخی لحاظ سے انسانی حقوق کا جائزہ لیا جائے تو حقوق انسانی کا تصور نسبتاً نیا معلوم ہوتا ہے۔ مغرب کے ہاں حقوقِ انسانی کے حقوقِ انسان نظریہ کے ظہور کے مصادر کے مطالعہ کیا جائے تیرہویں صدی عیسوی بمطابق ساتویں صدی ہجری سے کچھ دستاویزات ملتے ہیں۔[21] حقوقِ انسانی کا ارتقاء ہوتا رہا۔ سست روی اور اس طویل جدوجہد کے ساتھ کم از کم سات صدیاں رواں رہے۔ نظریہ، اعلان اور وثیقہ کی صورت میں[22]

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز (Encyclopedia of Social Sciences) کے مطابق

> "The term 'human rights' as a term of art is relatively new. It dates only from the latter decade of the eighteenth century."[23]

فنی اصطلاح کے طور پر "انسانی حقوق" کی اصطلاح نسبتاً نئی ہے۔ یہ صرف اٹھارویں صدی کے آخری عشرے میں ملتی ہے۔

"انسانی حقوق" کا مغربی تصور زیادہ پرانا نہیں ہے بلکہ اس نے انسانیت کی تحقیر کے بعد پذیرائی حاصل کی۔ مثلاً میگنا کارٹا ۱۲۱۵ء بادشاہ کے مظالم کے خلاف منظور کیا گیا۔ چرچ کے مظالم کے خلاف نشاۃِ ثانیہ کی تحریک اُٹھی تو انسانی حقوق کو مقبولیت ملی۔ جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (Encyclopedia Britannica) کا مقالہ نگار رقم طراز ہے

> From the Renaissance until the 17th century, society's beliefs and practices altered dramatically, allowing the concept of 'human rights' to emerge as a universal social need and reality .

---

[19] Ibid, p 412
[20] Ibis, p 300
[21] A Short History of Human Rights http://hrlibrary.umn.edu/edumat/hreduseries/hereandnow/Part-1/short-history.htm Accessed: 2020-10-16
[22] Such as: Magna Carta (1215), the English Bill of Rights (1689), the French Declaration on the Rights of Man and Citizen (1789), and the US Constitution and Bill of Rights (1791)
[23] Sills, David L., International encyclopedia of social sciences, The MacMillan Company, New York, 1972, V. 5, P 540

نشاۃ ثانیہ سے ستارہویں صدی کے اختتام تک معاشرے کے عقائد واعمال اتنے تغیر پذیر ہوئے کہ "انسانی حقوق" کا نظریہ ایک سماجی ضرورت اور حقیقت کی شکل اختیار کر گیا۔

اسی طرح جنگِ عظیم اول اور دوم میں جب انسانی جانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا تو ۱۹۴۸ء میں انسانی حقوق کا عالمی منشور سامنے آیا۔

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور مغربی تصورِ حقوق کی طرح نیا نہیں ہے بلکہ شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی مآخذ میں موجود ہے۔اور نہ ہی یہ کسی ظلم و ستم کے رد عمل کے طور پر وجود میں آیا۔ بلکہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر خالقِ کائنات کی بندگی میں لے آیا اور بحیثیت "عبد" اس کے حقوق کو تا قیامت محفوظ کر دیا۔

اسلام نے ان حقوق کے اقرار و توثیق اور اس کی حمایت کے وجوب کو قرآن کریم کی آیات اور آنحضور ﷺ کی صحیح احادیث میں مفصل انداز میں بیان فرمادیا۔ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کے خطبہ حجتہ الوداع میں انسانی حقوق کے بارے میں وارد ہونے والی صریح نصوص کے ذریعے ان حقوق کے اثبات کے سلسلہ کی انتہائی صورت میں آخری حلقہ تک ڈال کر اسے مکمل کیا۔[24]

انسانی حقوق کا حقیقی تصور

معاصر بین الاقوامی مغربی مفہوم میں انسانی حقوق محض بلند و بانگ نعرے یا قوانین کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی تطبیق بڑی ریاستوں یا مقتدر گروہوں کے مفاد کے مطابق کی جاتی ہے۔[25] جبکہ اسلام میں انسانی حقوق ہر انسان کے لیے لازم ہیں اور ان پر عمل بھی واجب ہے، ورنہ حق تلفی کرنے والا گناہ کا مرتکب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور سزا کا متوجب ہوتا ہے۔ پھر انسانی حقوق کی پامالی اور ان پر زیادتی کرنے والا اسلام سیاسی نظام میں سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔اسلام وہ دین ہے جس میں انسانی حقوق، دوست اور دشمن سے برابری کے ساتھ محفوظ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لله شُهَدَاءَ بالقسط وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[26]

اے ایمان والوں! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

مَّن كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا[27]

جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت (دونوں) کا ثواب موجود ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ مغرب اور اسلام کے تصورِ حقوق میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام ایک الہامی، عملی اور حقیقی تصور حقوق عطا کرتا ہے جبکہ مغرب کا تصورِ حقوق خوشنما تو ہے مگر عملی و حقیقی نہیں۔ مغرب میں اس تصورِ حقوق پر تبھی عمل کیا جاتا ہے جب بات بڑی اور طاقتور ریاستوں کے حقوق کی ہو وگرنہ کمزور ریاستوں کے معاملے میں یہ تصور محض تصوراتی تخیل ہی ثابت ہوتا ہے۔

---

[24] - اسلام کا سیاسی نظام، شعبہ علومِ اسلامیہ جامعہ الملک سعود ریاض، نشریات لاہور، سن ندارد، ص185

[25] Shahram Akbarzadeh and Benjamin MacQueen, *Islam and Human Rights in Practice: Perspectives across the Ummah*, *Islam and Human Rights in Practice: Perspectives Across the Ummah*, 2008, https://doi.org/10.4324/9780203926758.

[26] - المائدہ 8:5

[27] -النساء 134:4

مغربی تصورِ حقوق (شریعت اسلامیہ کی روشنی میں)

مغربی مفہوم میں معاصر مغربی زندگی کی قدریں ہی حقوقِ انسانی اور اس کے دفاع کے اعلان کی بنیادی غایت ہیں، اور ان قدروں میں اہم تر، فرد کی مطلق آزادی، جس طرح وہ اسے اپنے مفاد میں یا لذت کے حصول کے لیے استعمال کرنا چاہے بغیر اس کے کہ اس کا متعلقہ اقدام اس کے دین یا اس معاشرے کے عُرف کی رو سے حرام ہے یا حلال، جہاں تک ریاستی قوانین اس کے موافق ہیں۔ چنانچہ مغربی انسانی حقوق کا مقصد آزادی ہے اور اگر وہ کہیں ان آزادیوں کی تحدید کرتا ہے تو اس کا مقصد بھی دنیاوی ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام میں انسان کو جو محدود آزادی دی گئی ہے وہ دنیا و آخرت دونوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عطا کی گئی۔[28]

مغرب میں بنیادی حقوق کا دائرہ صرف فرد اور ریاست کے درمیان ہے جبکہ اسلام عام شہری اور حکمران دونوں کو یکساں حیثیت میں حقیقی مقتدرِ اعلیٰ کے حضور عہدِ وفاداری سے باندھے ہوئے ہے۔ اسلام اس عظیم مقصد کو متحقق کرنے آیا ہے جس کا قرآن میں یوں ذکر ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[29]

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ھے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

انسان کا حق ہے کہ وہ بشری خواہشاتِ نفس اور دوسرے تمام معبودوں کی عبودیت سے آزاد ہو اور اس کے نتیجے میں کرامت، احترام، مساوات اور انصاف جیسے حقوق حاصل کرے۔ اسلام میں انسانی حقوق اس عظیم مقصد سے الگ نہیں ہوتے بلکہ اس کے ساتھ چلتے ہیں اور اپنا شرعی جواز اس کی بنیاد پر حاصل کرتے ہیں۔ مغرب کے وضع کردہ بنیادی حقوق کے قوانین وحی الہیٰ سے عاری فکرِ انسانی کی ارتقاء ہیں جبکہ اسلامی منشور اس اعلیٰ ہستی کی عطا ہے جو خالقِ کائنات ہے۔ چنانچہ اسلامی تصورِ حقوق العباد اور مغرب کا تصور انسانی حقوق اپنی بنیاد کے لحاظ سے جداجدا ہیں۔

مغرب کے تصورِ انسانی حقوق مختلف ارتقائی مراحل سے گذرنے کے بعد "عالمی منشور برائے انسانی حقوق" پر منتج ہوا جو مغربی اصولوں پر مبنی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو منظور کیا۔ یہ مغربی تصورِ انسانی حقوق کا نمائندہ منشور ہے۔ اسلام کی رو سے انسانی حقوق "حقوق العباد" کے ضمن میں آتے ہیں۔ ان حقوق میں مذہبی آزادی کا حق، جائیداد کا حق، عزت کا حق، حقِ مساوات، حقِ انصاف، حقِ تعلیم وغیرہ شامل ہیں۔ حقوق العباد سے متعلق کچھ اہم تعلیمات کا مغربی انسانی حقوق کے منشور سے تقابل درج ذیل ہے:

زندگی کا حق

ہر شخص کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کی جان کے درپے ہو اور اس کو قتل کرے۔ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے مطابق

Everyone has the right to life, liberty and security of person[30].

ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفّظ کا حق ہے۔

اسلام میں انسانی جان کو کرامت اور حرمت حاصل ہے۔ اسلام میں کسی انسانی جان کی قدر و قیمت اور حرمت کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے بغیر کسی وجہ کے ایک فرد کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ اللہ نے تکریم انسانیت کے حوالے سے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا[31]

"جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔"

---

[28] Najma Moosa, "Human Rights in Islam," *South African Journal on Human Rights* 14, no. 4 (1998): 508–24, https://doi.org/10.1080/02587203.1998.11834991.

[29] الذاریات 56:51 -

[30] International Charter of Human Rights, Article 3

[31] : المائدہ- 32:5

اس آیت مبارکہ میں انسانی جان کی حرمت کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے جس میں عورت یا مرد، چھوٹے بڑے، امیر و غریب حتی کہ مسلم اور غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت وآبرو کی اہمیت کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔[32]

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا، خطبہ میں آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا[33]

بس تمہارا خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے۔

آپ ﷺ نے ان الفاظ کو تین بار دہرایا اور رہتی دنیا تک ہر انسان کو زندہ رہنے کا، مال اور عزت و ناموس کی حفاظت کا حق عطا کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ[34]

”تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ (قتلِ ناحق کے نتیجے میں) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔“

اس سے انسانی جان کی حرمت و توقیر ظاہر ہوتی ہے کہ کسی ہتھیار سے محض اشارہ کرنے کی بھی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اسلام میں قتلِ اولاد کی بھی ممانعت ہے نیز جنگ کی صورت میں بھی اسلام عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کرتا ہے۔

عزت و ناموس اور مال کے تحفظ کا حق

ہر انسان کا حق ہے کہ اس کی عزت و ناموس اور مال کو تحفظ حاصل ہو اور کوئی اس پر دست درازی نہ کرے۔ اس کی ذاتی زندگی اور نیک نامی اور نجی معاملات میں کوئی شخص دخل اندازی نہ کرے۔ اقوامِ متحدہ کے حقوقِ انسانی کے منشور کے مطابق

> No one shall be subjected to arbitrary interference with his privacy, family, home or correspondence, nor to attacks upon his honour and reputation. Everyone has the right to the protection of the law against such interference or attacks.[35]

کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کئے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے۔

اسلام نے جان و مال عزت وآبرو کی نگہداشت اور تحفظ و احترام کے لئے جو احکام صادر فرمائے اس حیثیت سے وہ نوعِ انسانی کی نسل کا ایک بنیادی پتھر ہے۔ "پرائیویسی" کا حق ہر انسان کو حاصل ہے جس میں اس کی انفرادی، عائلی اور معاشرتی زندگی سب شامل ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس حوالے سے واضح ہدایات موجود ہیں۔ جیسا کہ سورہ نور میں گھر میں داخل ہوتے ہوئے بھی آداب ملحوظِ خاطر رکھنے کا حکم ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[36]

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو یہی تمہارے لئے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

---

[32] - ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ، حدیث 3932

[33] - صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، حدیث 1739

[34] - مسلم الصحیح، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب النھی عن، اشارۃ بالسلاح، حدیث 2617

[35] International Charter of Human Rights, Article 12

[36] - النور 27:24

عزت و ناموس کے ساتھ ساتھ اقوامِ متحدہ کا منشور جائیداد رکھنے کا حق بھی فراہم کرتا ہے:

(1) Everyone has the right to own property alone as well as in association with others.
(2) No one shall be arbitrarily deprived of his property.[37]

1۔ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائداد رکھنے کا حق ہے۔

2۔ کسی شخص کو زبردستی اس کی جائداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے ان امور پر بیعت لی کہ

أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ[38]

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے، چوری نہ کروگے، زنانہ کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہ کروگے اور نہ عمداً کسی پر کوئی ناحق بہتان باندھوگے۔

نیز ایمان کا معیار ہی اسے قرار دیا کہ کسی دوسرے کی جان و مال اور عزت کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ فرمایا

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ[39]

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

اسلام میں نہ صرف جائیداد رکھنے کا حق دیا گیا بلکہ اس کی حفاظت کا حق بھی عطا کیا گیا۔

إِنَّهُ لَا يَحِلُّ مَالُ إِمْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِّنْهُ[40]

"کسی شخص کا مال لینا تمہارے لیے جائز نہیں ہے، اس کی اجازت کے بغیر۔"

ہر انسان بحیثیت انسان ان حقوق کا مستحق ہے، چاہے وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، آقا ہو یا غلام، چاہے وہ جس سماجی حیثیت کا مالک ہو، اللہ کے رسول ﷺ نے اس چیز کی ضمانت دی ہے کہ اس کے تمام بنیادی حقوق ادا کیے جائیں اور اس میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی جائے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلام جان کی حفاظت کے لیے قصاص، مال کی حفاظت کے لیے حد سرقہ، عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے حدِ قذف اور فساد و قتل و غارت سے بچاؤ کے لیے حدِ حرابہ جیسی حدود نافذ کرتا ہے۔ اس معاملہ میں بھی اسلام و مغربی قوانین پر واضح فوقیت حاصل ہے۔

مذہبی آزادی

مذہبی آزادی بقائے باہمی کا ایک اصول ہے۔ اسلامی تصور حقوق العباد اور مغربی انسانی حقوق دونوں کے مطابق مذہبی آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اقوامِ متحدہ کے منشور کے آرٹیکل 18 کے مطابق

Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom to change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance.[41]

---

[37] International Charter of Human Rights, Article 17

[38] - صحیح بخاری، کتاب الایمان باب۔۔۔، حدیث 18

[39] - صحیح بخاری، کتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، حدیث 10

[40] - مسند احمد: 20659

[41] International Charter of Human Rights, Article 18

”ہر شخص کو **آزادی فکر**، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت، اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔“

ایک اسلامی ریاست میں مسلم کے ساتھ ساتھ غیر مسلم شہری بھی ہوتے ہیں۔بنی نوع انسان مسلمان اور کافر میں تقسیم ہے۔اور یہ تقسیم فطری ہے۔جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ[42]

وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ہے پس بعض تم میں سے مومن ہیں اور بعض تم میں سے کافر ہیں، اور اللہ تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اسلامی حکومت کو اپنی قوت طاقت کے بل بوتے پر غیر مسلم اقلیتوں پر اسلام مسلط کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اور اس سلسلے میں قرآن کا حکم بھی موجود ہے کہ "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ "[43] دین میں جبر نہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہ کرو۔اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی۔اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے ہیں پھر کسی پر جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت۔[44] اسلامی ریاست تمام غیر مسلم اقلیتوں کو نہ صرف مذہبی عبادات کی آزادی فراہم کرتی ہے اور ان کی تحقیر و تضحیک سے روکتی ہے۔قرآن مجید میں کفار و مشرکین کے معبودان کو برا کہنے سے بھی روکا گیا۔ارشاد ربانی ہے

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ [45]

اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے۔

اسلامی ریاست غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے اور ان کو ان کے مذہب پر عمل سے نہیں روکتی۔اس کا ثبوت تاریخِ اسلامی میں بھی ملتا ہے۔حضورِ اقدس ﷺ کا میثاقِ مدینہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو مذہب پر عمل کی آزادی فراہم کی۔نیز آپ ﷺ کا نجران کے یہودیوں کے ساتھ معاہدہ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اہلِ حیرہ سے معاہدہ، عہد فاروقی میں عمرؓ کا اہل ایلیا کو عطا کردہ امان نامہ، رواداری کی درخشاں مثالیں ہیں۔بعد ازاں بھی مسلم حکمرانوں نے اس روایت کو برقرار رکھا۔

مذہبی آزادی کی حدود

اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے منشور کے آرٹیکل 18 کا پہلا حصہ اسلامی تعلیمات سے مشترک ہے مگر اس کا دوسرا حصہ اسلام سے متضاد ہے:

> Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom to change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance.*[46]*

”ہر شخص کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت، اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔“

---

[42] - تغابن 2:64

[43] -البقرہ 256:2

[44] ا-ان کثیر، تفسیر القرآن، ترجمہ محمد میمن جوناگڑھی، نور محمد کتب خانہ کراچی، ج1، ص356

[45] - الانعام 108:

[46] International Charter of Human Rights, Article 18

اس آرٹیکل کے دوسرے حصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب کی تبدیلی کے لیے انسان آزاد ہے جبکہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے، جو قرآن کریم اور نبی کریم کے واضح فرامین اور خلافت راشدہ کے فیصلوں سے واضح ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانِهِ، أَوْ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ، أَوِ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ[47]

کسی مسلمان شخص کا خون بہانا جائز نہیں مگر (تین آدمیوں کا:) وہ آدمی جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا یا وہ شخص جس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا یا قاتل کو قصاص میں مارا جائے گا۔

چنانچہ اسلام دینی آزادی عطا کرتا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے لیکن اس آزادی کو بغیر کسی پابندی اور ضابطے کے نہیں چھوڑتا کہ اس کی آڑ میں اللہ کی شریعت کو کھیل تماشہ بنائیں ا۔ لہٰذا اسلام چند پابندیوں اور ضابطوں کے ساتھ دینی آزادی عطا کرتا ہے:

(1) مسیحیت اور یہودیت جیسے غیر مسلم کتابیوں کے لیے دینی آزادی کا اعتراف مطلق نہیں ہے اور نہ ہی پابندیوں سے آزاد ہے۔ چنانچہ یہ آزادی بھی اس بات کے ساتھ مربوط ہے کہ کسی بھی سنگین صورتِ حال پیدا کرنے یا ادیان کے خاتم (دینِ اسلام) میں خلل اندازی کرنے یا اس کے ماننے والوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے شرعاً منسوخ ادیان کا پرچار نہ کیا جائے۔ علاوہ ازیں اسلامی قلمرو میں یہودیوں اور عیسائیوں کی اپنی اپنی عبادات اور دینی رسومات کی ادائیگی میں آزادی کی نگرانی کی جائے گی کہ وہ دینی آزادی کے بہانے اسلامی عقیدے پر زیادتی کی حد تک نہ جائیں۔

(2) کسی مسلمان کو اسلام اور اس کی راہنمائی سے نکلنے یا مرتد ہو کر دیگر آسمانی یا غیر آسمانی ادیان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، ایسا کرنے والا خواہ کسی بھی غیر دین میں داخل ہوا ہو، اس پر حد نافذ کی جائے گی۔

(3) دینی آزادی کی پریکٹس کے دائرے میں کسی غیر مسلم کو مسلمان پر کنٹرول کا جواز نہیں ہے۔[48]

چنانچہ اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے منشور کے آرٹیکل 18 کے اسلامی تصورِ حقوق العباد سے تقابل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی آزادی کا عنصر تو مشترک ہے مگر مغرب کی دی گئی مذہبی آزادی مذہب کو بازیچۂ اطفال بنا دیتی ہے جبکہ اسلام مذہبی آزادی کی حدود مقرر کرتا ہے۔

حق آزادی اور غلامی سے متعلق تعلیمات

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے دنیا میں اور اسلام کی آمد کے بعد غیر مسلم اقوام میں غلاموں کے ساتھ کیا ظالمانہ اور دلسوز سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں انسان کے بجائے استعمال کی شے سمجھا جاتا۔ غلام کے حقوق کا کوئی تصور نہ تھا۔ اسلام آیا تو اسلام نے غلامی کو یکدم حرام نہ کیا بلکہ تدریج سے کام لیا اور تدریجاً غلامی کا رواج ختم ہو گیا۔ جبکہ دورِ حاضر یہ مغرب کا کارنامہ سرانجام دیا جاتا ہے کہ اس نے غلامی کا خاتمہ کیا اور انسان کو آزادی عطا کی۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور کی دفعہ ۴ میں کہا گیا کہ

> No one shall be held in slavery or servitude; slavery and the slave trade shall be prohibited in all their forms.[49]

کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی چاہے اس کی شکل کوئی بھی ہو، ممنوع قرار دی جائے گی

اسلام میں غلامی کی حیثیت مباح امر کی ہے، نبی کریم ﷺ نے اسے قطعاً حرام نہیں ٹھہرایا۔ لیکن دورِ حاضر کے بعض علماء اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ ان کے نزدیک غلامی کے احکام صرف اس زمانے کے لیے تھے، جب غلامی کا عرف عام تھا۔ اب غلامی کا عرف ختم ہو چکا ہے چنانچہ غلامی حرام ہے جیسا کہ پاکستان کے دستور کی رو سے یہ ممنوع ہے۔ نصوصِ شرعیہ میں اس کی اباحت کی موجودگی میں اسے ممنوع قرار دے دینا یوں ہے، جیسے اُسے حرام ٹھہرانا ہے جسے اللہ نے حلال ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ[50]

---

47 - سنن النسائی، کتاب المحاربۃ، (باب ذکر ما کل بہ دم المسلم) حدیث 4019

48 - الحقیل، سلیمان بن عبدالرحمن، ڈاکٹر، اسلام میں انسانی حقوق اور ان کے متعلق پھیلائے گئے شبہات کے جوابات، مترجم ابو مسعود عبدالجبار سلفی، ص 99-100

49 International Charter of Human Rights, Article 4

جو چیز خدا نے تمہارے لئے جائز کی ہے تم اسے حرام کیوں کرتے ہو؟

اسلام غلامی کی تمام استحصالی صورتوں کی ممانعت کرتا ہے مگر غلامی مباح امر ہے۔ اسلامی تعلیمات میں جتنے حقوق غلاموں کو عطا کیے گئے ہیں اور ان سے حسنِ سلوک کی تلقین کی گئی ہے وہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے غلام اور آقا کو "اخوان" یعنی بھائی قرار دیا، آپ ﷺ نے فرمایا

هُمْ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ جَعَلَ اللَّهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا يُكَلِّفُهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ[51]

(غلام بھی) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہئے کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے ایسا کام کرنے کے لیے نہ کہے، جو اس کے بس میں نہ ہو اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔

اسلام کی یہ تعلیمات ازلی و ابدی ہیں۔ اسلام میں لالچ، نفرت، حقارت، اور دوسروں پر غلبہ پانے کی غرض سے تو غلامی ایک ناجائز عمل ہے۔ تاہم جنگ کی صورت میں غلامی دراصل جذبہ رحم کی ایک شکل ہے۔ جب دو گروہوں کی لڑائی میں بعض لوگ قیدی بن جائیں، تو یا انہیں تہ تیغ کیا جاتا ہے یا غلام بنالیا جاتا ہے، اور آزاد اس لئے نہیں کیا جاتا تاکہ دوبارہ جنگ میں مقابل نہ آئیں۔ تو اسلام نے ازارہ ترحم دیگر جنگی مظالم کی بجائے غلامی کو گوارا کیا، اور اس کے بعد فدیہ، کفارات، مکاتبت، مدبر، ام ولد اور ان سے حسن سلوک کے ایسے غیر معمولی احکام دیے کہ غلامی آخر کار ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام نے غلاموں سے حسن سلوک کی ایسی تعلیمات دیں کہ مسلمانوں میں بہت سے غلام دین میں امامت و فتویٰ اور سیاسی قیادت (عامل، گورنر) کے مقام پر بھی فائز رہے ہیں۔

چنانچہ حقوق انسانی سے متعلق اقوامِ متحدہ کے منشور کا یہ آرٹیکل 4 اسلامی تعلیمات سے متضاد ہے۔ نصوصِ شرعیہ میں کہیں بھی غلامی کو حرام نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اس میں اباحت ہے۔ ہاں اس کی استحصالی صورتوں پر پابندی لگائی جاسکتی ہے کیونکہ اس حکم سے شریعت کا مقصد مخلوق کی بہتری ہی ہے۔ مخلوق کا علم خالقِ کائنات کے علم کو قطعاً نہیں پہنچ سکتا۔

حقِ اظہارِ رائے

اپنی رائے اور اپنے نکتہ نظر کا اظہار کرنا یوں اظہار کرنا کہ اس سے کسی شخص کو تکلیف نہ پہنچے، ہر شخص کا حق ہے۔ یہ حق بھی اسلامی اور مغربی فلسفۂ حقوق میں مشترک ہے مگر مغرب کے نظریہ آزادی حدود و قیود سے مبرا ہے۔ بے قید حقِ اظہارِ رائے کی فراہمی بہت سے مفاسد کا سبب بنتی ہے۔

> Everyone has the right to freedom of opinion and expression; this right includes freedom to hold opinions without interference and to seek, receive and impart information and ideas through any media and regardless of frontiers.[52]

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کئے علم اور خیالات کی تلاش کرے۔ انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔

اسلام میں ایسے بے قید آزادیٔ اظہار کا کوئی تصور ہی نہیں بلکہ اسلام آزادیٔ اظہار کے مقابلے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا تصور پیش کرتا ہے۔

مغرب آزادیٔ اظہار کو حق تسلیم کرتا ہے مگر اسلام میں " امر بالمعروف و نہی عن المنکر" حق نہیں بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر امتِ مسلم کا خاصہ اور ان کا امتیاز ہے جس کی وجہ سے انہیں " بہترین امت" قرار دیا گیا ہے:

---

[50] التحریم 1:66

[51] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماینھی من السباب وللعن، حدیث 6050

[52] International Charter of Human Rights, Article 19

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ[53]

(مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

ایک مسلمان اس آزادی کو صرف نیکی کے فروغ کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ برائی کو پھیلانے کے لیے اسے یہ آزادی نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ یہ منافقوں کی صفت ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ[54]

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے۔

حق بات کے اظہار میں تساہل کی ممانعت کی گئی ہے۔

چنانچہ قرآن اظہارِ رائے کو حق نہیں بلکہ ذمہ داری بنا کر پیش کرتا ہے۔ یہی اصلاح کی ذمہ داری تھی کہ جسے خلافتِ راشدہ کے مسلمان بے خوف و خطر ادا کیا کرتے تھے۔ عمر فاروقؓ جیسے عظیم الشان خلیفہ کے سامنے عام مجالس میں ایک خاتون کھڑے ہو کر اصلاح کرتی ہیں اور عمرؓ اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں دیگر ادوار میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں جرات کے بے مثال واقعات ملتے ہیں۔ یعنی مغرب جس "اظہارِ رائے" کو حق کے طور پر عطا کرتا ہے، اسلام اسے " امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی صورت میں لازم کرتا ہے۔

حقِ مساوات اور حقِ نکاح

اسلام وہ دینِ مساوات ہے جو انسان کو تکریم سے نوازتا ہے۔ کوئی شخص دنیا کے کسی بھی پست طبقہ، ذات، نسل سے تعلق رکھتا ہو، خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت کا اقرار، اس کو دیگر مسلمانوں کے مساوی مقام و مرتبہ پر لا کھڑا کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[55]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے اس لئے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

علاوہ ازیں مغرب میں مساوات کا تصور زیادہ پرانا نہیں مگر اسلام میں مساوات کا تصور ۱۴۰۰ سال قدیم ہے۔ جس کی کامل صورت خطبہ حجۃ الوداع میں دیکھنے کو ملی جب نبی کریم ﷺ نے رہتی دنیا کو یہ اصول عطا کر دیا کہ برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى[56]

اے لوگو تمہارا رب ایک ہے، تمہارے والد (آدم) ایک ہیں، خبردار کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت ہے۔ نہ کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو سرخ پر فضیلت ہے سوائے تقویٰ کی صورت میں۔

اسلام میں مساوات اصل ہے اور برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ لیکن اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور میں مساوات کو اتنی عمومیت حاصل ہے کہ فطری امتیازات کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس منشور کے مطابق:

---

53 - آل عمران 110:3

54 - التوبہ 67:9

55 الحجرات 13:49

56 مسندِ امام احمد، مسند الانصار، حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ، حدیث 23489

Men and women of full age, without any limitation due to race, nationality or religion, have the right to marry and to found a family. They are entitled to equal rights as to marriage, during marriage and at its dissolution[57].

بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہے۔

مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی، اور نکاح کو فسخ کرنے کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

نکاح کی آزادی تک تو اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات اور مغربی انسانی حقوق مشترک ہیں۔ مگر اس آرٹیکل میں کئی امور اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ مثلاً اقوامِ متحدہ کے اس چارٹر کی رو سے درج ذیل احکام کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا جاتا ہے

- کم سنی کی شادی
- شادی میں مذہب کی شرط
- کفو اور ولایت کے احکام
- عورت کے لیے طلاق دینے کا حق تسلیم نہ کرنا
- خاندانی ماحول میں مرد کا حاکم ہونا

جبکہ نکاح، ولایت، کفو، شادی کے لیے مسلمان ہونے کی شرط، مرد کو حقِ طلاق اور عورت کا حقِ خلع اور مرد کی قوامیت اسلام میں نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں۔

اسلام کی تعلیمات اور مغربی حقِ مساوات سے متعلق ان دفعات سے واضح ہوتا ہے کہ مساوات ایک عظیم اور مسلمہ انسانی حق ہے لیکن اسلام میں اس سے مراد ایسے جیسے انسانوں کی باہمی مساوات یا مرد و عورت کی ثواب و عقاب میں مساوات ہے، جبکہ اہل مغرب کے ہاں اس سے مراد کافر و مسلم کی مساوات، فاسق و باعمل کی مساوات، جاہل و عالم کی مساوات، اور ازدواجی مساوات یا سیاسی مساوات ہے۔ ظاہر کہ مساوات کا یہ مطلب اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اِسلام ایک فطری دین ہے جو جملہ شعبہ ہائے حیات میں اعتدال اور توازن کا درس دیتا ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے ایسی تعلیمات عطا کیں جو زندگی میں حسین توازن پیدا کرنے کی ضمانت دیتی ہیں۔ اسلام کا یہ بنیادی اصول اس کی تمام تعلیمات اور احکام میں کارفرما ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ انسانی حقوق بھی اسی روح سے مملو ہیں۔ دنیا کے دیگر معاشرتی و سیاسی نظام حقوقِ انسانی کی ادائیگی کی اس بلندی و رفعت کی نظیر پیش نہیں کر سکتے جس کا مظاہرہ تعلیماتِ نبوی میں نظر آتا ہے۔ دورِ حاضر میں ایک عام رجحان اسلام کے عطا کردہ حقوق العباد کو مغرب کے وضع کردہ " ہیومن رائٹس" کے تناظر میں سمجھنا ہے۔ جبکہ اسلام کے "حقوق العباد" اور مغرب کے انسانی حقوق "Human Rights" میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسلام کا فلسفہ حقوق دیگر نظام ہائے حیات کے فلسفہ حقوق سے بایں طور مختلف و ممتاز ہے۔

اسلام نے حقوقِ انسانی کو بے حد اہمیت دی ہے اور اسلام کے تصورِ حقوق انسانی کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔ اسلام کے عطا کردہ "حقوق العباد" حقوقِ انسانی کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام نے عالمِ انسانیت کو بلاامتیاز مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی شعبہ ہائے زندگی میں بے شمار حقوق عطا کئے۔ انسانی حقوق اور آزادیوں کے بارے میں اسلام کا تصور آفاقی اور یکساں نوعیت کا ہے جو زماں و مکاں کی تاریخی اور جغرافیائی حدود سے ماورا ہے۔ اسلام میں بیان شدہ "انسانی حقوق" کا مصدر و منبع وحی الٰہی یعنی قرآن کریم واحادیث نبویہ ہیں۔ "حقوق الانسان فی الاسلام" یہ صرف ایک مقولہ یہ مفروضہ نہیں ہے بلکہ دین اسلام کے ایک اہم جز ہونے کے ناطے یہ ایک واجب شرعی امر ہے۔

خلاصہ بحث

[57] International Charter of Human Rights, Article 16(1)

عصرِ حاضر میں قومی و بین الاقوامی سطح پر بنیادی حقوق کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ گذشتہ تقریباً ایک صدی سے مغرب انسانی حقوق کا سب سے بڑا داعی نظر آتا ہے۔ اسلام نے اس سے چودہ سو سال قبل میثاقِ مدینہ اور خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے حقوقِ انسانی کا ایک ایسا آئین اور دستور عطا کیا جو کسی مسلسل احتجاج اور قرار دادوں کے نتیجے میں نہیں بلکہ اسلام کی فطری تعلیمات کے حوالے سے نہ صرف پیش کیا گیا بلکہ اس پر عمل درآمد کی روشن مثالیں اسلامی تاریخ کا مستقل طغرائے امتیاز ہیں۔ مغرب نے تیرھویں صدی سے لے کر بیسویں صدی تک حقوقِ انسانی کے ضمن میں سینکڑوں سالوں کے ارتقائی مراحل طے کر کے انسانی حقوق کا عالمی منشور وضع کیا اور اسے انسانی حقوق کا ضامن و معراج تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر یہی حقوق ساتویں صدی عیسوی میں آمدِ اسلام کے بعد انسان کو عطا ہو گئے تھے۔ انسانی حقوق کا عالمی منشور متنازعہ حیثیت کی بناء پر اپنی معنویت، نفاذ اور دائرہ عمل کے لحاظ سے آج بھی تشنہ ہے اور بین الاقوامی سطح پر انسان

کی انفرادی و اجتماعی حیات کو پروقار نہ بنا سکا۔ انسان کے احوال کو وہی قانون سنوار سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مشروع فرمایا۔ چنانچہ انسانیت کے لیے اسلام کے عطا کردہ حقوق ہی راہِ نجات اور باعثِ فلاح و بہبود ہیں۔ اسلام نے عالمِ انسانیت کو بلاامتیاز مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی شعبہ ہائے زندگی میں بے شمار حقوق عطا کئے۔ انسانی حقوق اور آزادیوں کے بارے میں اسلام کا تصور آفاقی اور یکساں نوعیت کا ہے جو زماں و مکاں کی تاریخی اور جغرافیائی حدود سے ماوراء ہے۔

نتائج تحقیق

بنیادی انسانی حقوق کے مغربی تصورات کے اسلامی تصورِ حقوق العباد سے تقابلی مطالعہ سے یہ نتائج سامنے آتے ہیں:

- اسلام میں حقوق العباد کا سرچشمہ ربانی ہے اور مغربی انسانی حقوق کا بشری ہے۔
- اسلام میں انسانی حقوق تکریمِ الہیٰ ہے اور مغرب میں فطری حق کا نظریہ ہے۔
- اسلام نے حقوق العباد کو مغرب کے انسانی حقوق کے اعلان سے صدیوں قبل مقرر فرمایا تھا۔
- اسلام میں انسانی حقوق کی عمومیت کی وضاحت اور مغربی مفہوم میں بسا اوقات ابہام پایا جاتا ہے۔
- اسلام میں انسانی حقوق محض نعرے نہیں جیسا کہ مغربی مفہوم میں ان کا حال ہے۔
- اسلام میں انسانی حقوق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبودیت کو یقینی بنانا ہے جب کہ مغربی نظام فرد کی مطلق (مادر پدر) آزادی کو یقینی بناتا ہے۔
- اکثر مغربی انسانی حقوق کے تصورات اسلامی تصورِ حقوق العباد سے مشترک ہیں مثلاً زندگی کا حق، مال و جائیداد کے تحفظ کا حق، عزت و ناموس کا حق، تعلیم کا حق، نقل و حرکت کا حق، ذاتی تحفظ، روزگار کا حق وغیرہ
- کچھ انسانی حقوق کے مغربی تصورات اسلامی تعلیمات سے متصادم بھی ہیں مثلاً اسلام میں غلامی مباح امر ہے جبکہ انسانی حقوق کا عالمی منشور اس کی ممانعت کرتا ہے۔ اسلام غلامی کی محض استحصالی قوتوں کا خاتمہ کرتا ہے، مگر بذاتِ خود غلامی کو حرام قرار نہیں دیتا۔
- اسلام اور مغرب کے عطا کردہ بہت سے حقوق لفظی اور ظاہری لحاظ سے تو یکساں ہیں مگر روح کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ مثلاً اظہارِ آزادئ رائے، مساوات اور مذہبی آزادی جیسے حقوق اسلام بھی عطا کرتا ہے مگر وہ حدود و قیود سے مستثنیٰ نہیں۔ جبکہ مغرب مادر پدر آزادی کو حق تسلیم کرتا ہے۔

سفارشات

اسلام کا تصور حقوق العباد مغرب کے انسانی حقوق کے تصورات سے وسیع ہے اور اس کا نفاذ معاشرے کی تعمیر و ترقی اور افراد کے اخلاق و کردار کے تحفظ کا ضامن ہے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق کا چرچا کیا جائے اور ان پر کیے جانے والے اعتراضات کے مدلل جوابات دیے جائیں مثلاً غلامی کی اباحت، تعددِ ازدواج، کفو وغیرہ جیسے موضوعات پر پراپیگنڈوں کی وجہ سے اکثر اسلام کو انسانی حقوق کا مخالف تصور کیا جاتا ہے۔ جب اسلام کی حیثیت بین ہو کر واضح آئے گی تو اسے قوت حاصل ہو گی۔ صداقت و اخلاص پر مبنی وحی الہیٰ کے پیغامِ ابدی اور مغرب کے وضع کردہ انسانی حقوق کے عالمی منشور کے مابین تعارض کو رفع کرنا مذہبی ہم آہنگی اور بقائے باہمی میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

BY NC SA This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)